''مسجد اقصیٰ، یہود اور امت مسلمہ''

ناقدین کی آرا

(۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

O محنت قابل داد ہے، ماشاء اللہ تعالیٰ۔ اللھم زد فزد۔ چشم بد دور

O زبان بعض مقامات پر تلخ اور مناظرانہ رنگ اختیار کر گئی ہے۔ اس حوالے سے پورے مقالہ پر نظر ثانی ضروری ہے۔

O ملل واقوام کے باہمی معاملات صرف اصولی اور نظری حوالے سے نہیں طے پاتے بلکہ تاریخی تعامل اور معروضی حقائق کا بھی ان میں خاصا دخل ہوتا ہے۔ دونوں کو سامنے رکھ کر موقف طے کرنا چاہیے۔

O مندرجہ ذیل امور کا از سر نو جائزہ لینا ضروری ہے:

۱۔ مدینہ منورہ اور خیبر میں یہود کی بستیوں پر قبضہ اور انہیں جلاوطن کرنے کے بعد ان کی تمام عبادت گاہیں ختم ہو گئی ہیں اور ان کی جگہ مسلمانوں کے مکانات اور عبادت گاہیں تعمیر ہوئی ہیں۔ اسی طرح نجران سے عیسائیوں کی جلاوطنی کے بعد ان کی عبادت گاہیں بھی باقی نہیں رہیں۔ پھر اندلس پر مسلمانوں کا قبضہ ختم ہو جانے کے بعد ان کی ہزاروں عبادت گاہوں کی ہیئت بلکہ ملکیت تبدیل ہو گئی ہے۔ اس کے بعد بھارت میں ہزاروں مساجد ہندوؤں اور سکھوں نے قبضہ کر کے اپنے مکانات اور عبادت گاہوں میں انہیں تبدیل کر لیا ہے اور پاکستان میں ہندوؤں اور سکھوں کے سینکڑوں مندر مسلمانوں کے مکانات اور عبادت گاہوں میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ اگر اس مضمون میں اختیار کیے گئے موقف کو بطور اصول تسلیم کر لیا جائے کہ ہیئت کی تبدیلی اور قبضہ وملک کی تحویل کے بعد بھی اور عرصہ دراز گزر جانے کے باوجود سابقہ انتظام وتولیت کا حق قائم رہتا ہے تو مذکورہ بالا تمام مساجد اور عبادت گاہوں کے لیے یہی موقف اختیار کرنا پڑے گا اور یہ دنیا کے کسی بھی قانونی نظام میں قابل قبول بات نہیں ہوگی۔